رضیہ اسماعیل
خوشبو اُڑتی پھرے
دوہے

خوشبو اُڑتی پھرے

خوشبو اُڑتی پھرے

دوہے

رضیہ اسماعیل

BOOK HOME

خوشبو اُڑتی پھرے

رضیہ اسماعیل

اہتمام	رانا عبدالرحمن
پروڈکشن	ایم سرور
کمپوزنگ	محمد انور
پرنٹرز	حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
اشاعت	2016ء
قیمت	300 روپے
ناشر	بک ہوم لاہور
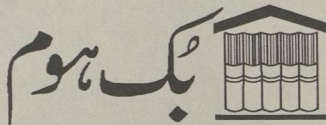
بک سٹریٹ 46- مزنگ روڈ لاہور، پاکستان
فون:042-37231518-37245072 فیکس:042-37310854
bookhome1@hotmail.com - bookhome_1@yahoo.com
www.bookhomepublishers.com

انتساب

لازوال تصنیف ''کشمیر اداس ہے'' کے خالق،
ممتاز ادیب، نقاد اور صحافی بزرگ وار

محمود ہاشمی

کے نام

جن سے عقیدت واحترام کا بے مثال رشتہ آج بھی قائم ہے اور جو
۳۰/جنوری ۲۰۱۴ء کو ہم سب کو ہمیشہ کے لئے اداس چھوڑ کے چلے گئے

حسنِ ترتیب

پیش کلام

ماہیے اور دوہے لکھنے کی داستان بھی خاصی دل چسپ ہے۔ یہ کم و بیش کوئی چودہ پندرہ برس قبل کی بات ہے کہ میں برمنگھم میں مقیم نامور بزرگ صحافی اور ''کشمیر اداس ہے'' اور ''نگارشاتِ محمود ہاشمی'' کے مصنف جناب محمود ہاشمی کی ذاتی لائبریری سے اکثر و بیشتر استفادہ کرتی رہتی تھی۔ جس سے مجھے بہت سی ایسی نادر کتب پڑھنے کا موقعہ ملا جو کہ برطانیہ کی لائبریریوں میں دستیاب نہیں تھیں۔

یوں ہی ایک دن یکسانیت سے اکتا کر میں کسی دل چسپ کتاب کی تلاش میں ہاشمی صاحب کی لائبریری تک جا پہنچی تو انھوں نے بتایا کہ آج کل ''ماہیا'' میدان جنگ بنا ہوا ہے۔ میں کچھ سمجھ نہ پائی تو انھوں نے وضاحت کی کہ جرمنی میں مقیم نامور شاعر اور ادیب حیدر قریشی اور پشاور سے ''ابلاغ'' رسالہ نکالنے والی سیّدہ حنا کے درمیان گھمسان کا رَن پڑا ہوا ہے۔ اور ماہیوں کے اوزان کی بحث اب گھر سے نکل کر چوباروں چڑھ گئی ہے۔ ہاشمی صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں تو آپ دونوں کی ماہیوں کی کتابیں لے جائیں اور خود پڑھ کر فیصلہ کریں کہ اُردو ماہیا کس وزن پر لکھا جانا چاہیے۔ اور اگر کچھ تحریک پیدا ہو تو پھر اس میدان میں طبع آزمائی بھی کریں۔

سچ مانیے تو مجھے ہاشمی صاحب کی شگفتہ بیانی، زیرِ لب مسکرانا، ماہیے کی طول پکڑتی ہوئی بحث، سیّدہ

حنا کے دلائل اور حیدر قریشی صاحب کے دلائل در دلائل اور ماہیے کے وزن کا جھگڑا بہت دل چسپ معلوم ہوئے۔ میں ماہیوں کی دونوں کتابیں پڑھنے کے لئے لے آئی مگر اس کے ساتھ ہی میں نے ہاشمی صاحب سے کہا کہ یہ دونوں کتابیں تو میں آپ کی تجویز پر لے کر جا رہی ہوں مگر جمیل الدین عالی کی دوہوں کی کتاب بھی مجھے ضروری چاہیے۔

بہر حال جلد واپسی کے وعدے پر تینوں کتابیں ان سے لے کر آگئی اور آتے ہوئے بڑی احتیاط سے انھوں نے میرے دستخط (بقلم خود) اپنے بُک بنک (Bookbank) کے کھاتے میں لے لئے تاکہ سند رہے۔ اب بات چل نکلی ہے تو اتنا ضرور کہے دیتی ہوں کہ ہاشمی صاحب کتاب کے معاملے میں کسی پر کم ہی اعتبار کرتے تھے مگر میری کتابی دیانت داری سے متاثر ہو کر اکثر وبیش تر مجھے کتابیں عنایت کر دیا کرتے اور ساتھ ہی کہتے کہ "آپ ہمیشہ کتاب وقت پر واپس کرتی آئی ہیں ورگرنہ تو لوگ کتاب ہضم کر جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں مارتے۔"

میں جب بھی ان کی شیلفوں پر سجی کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتی تو اس عرصے میں ہاشمی صاحب کافی مضطرب سے نظر آتے۔ جیسے ہی کسی کتاب کو ہاتھ لگاتی تو ساتھ ہی شاہی فرمان نازل ہو جاتا کہ آپ اس کی جگہ بالکل تبدیل نہ کریں اور بس دیکھ کر واپس رکھ دیں۔ کیوں کہ میں نے ان سب کو اپنے حساب سے رکھا ہوا ہے۔ کچھ کتابیں میری تنظیم "آگہی" کی لائبریری کے لئے بھی عنایت کیں اور ایک کتاب بطور خاص محترمہ فاطمہ جناح کے بارے میں دیتے ہوئے کہا کہ آپ جیسی خواتین کو ایسی کتابیں پڑھنا چاہییں۔ وہاں بہت سی اور تاریخی ادبی تحریریں مجھے دیکھنے کو ملیں جن میں قدرت اللہ شہاب اور ممتاز مفتی کے خطوط قابلِ ذکر ہیں۔

میں سمجھتی ہوں کہ ان کا یہ کہنا اور کتابیں نہایت شفقت سے پڑھنے کے لئے دینا میرے لئے ایک اعزاز کی بات تھی۔ بات کہاں سے کہاں جانکلی۔ بہر حال دونوں کتابیں پڑھنے کے بعد مجھے خود بھی ماہیے لکھنے کی تحریک پیدا ہوئی مگر حیدر قریشی کے اُردو ماہیے مجھے پنجابی ماہیے کے وزن پر زیادہ درست معلوم ہوئے۔ کیوں کہ پنجابی ماہیے (ٹپّے) کی لے سے میرے کان بچپن سے آشنا تھے اس لئے اس وزن میں ماہیے لکھنے میں مجھے کوئی دِقّت محسوس نہیں ہوئی۔ اور ایک نہایت فطری انداز میں ماہیے خود کو لکھواتے رہے۔

حیدر قریشی اس سلسلے میں خود رقم طراز ہیں کہ ''ماہیا نگاری کے سلسلے میں مجھے خوشی ہے کہ اُردو ماہیے کو پنجابی ماہیے کے وزن اور مزاج کے مطابق کرنے میں بنیادی نوعیت کا کام کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے پنجابی ماہیے کے وزن کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُردو ماہیے کہے ہیں اور اس میں موضوعاتی لحاظ سے لکھنے کے نئے تجربے کیے ہیں۔''

غرض کہ ماہیے کی دل چسپ بحث نے مجھے بھی ماہیا نگار بنا کر ہی چھوڑا۔ اور صرف چند ہفتوں کے اندر میں نے مختلف موضوعات پر کوئی تین سو کے قریب ماہیے لکھ ڈالے۔ میں جب ہاشمی صاحب کو کتابیں واپس کرنے گئی تو ساتھ ہی ماہیوں کا مسودہ بھی لے گئی جس سے انھیں بڑی خوش گوار حیرت ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ کے اس تخلیقی کام سے جرمنی میں حیدر قریشی یقیناً بہت خوش ہوں گے۔ کیوں کہ آپ نے ان کے تجویز کردہ وزن میں ماہیے لکھ کر ان کی ماہیے کی تحریک کو تقویت پہنچائی ہے۔ بعد میں انھوں نے میرا قریشی صاحب سے فون پر تعارف کروایا۔ حیدر قریشی نے بعد ازاں میرے ماہیوں کے مجموعے کا پیش لفظ بھی لکھا۔ اس طرح سے میں یورپ میں (بھارت، پاکستان کے بارے میں علم نہیں) پہلی ماہیا نگار صاحبِ کتاب خاتون قرار پائی۔ میری ماہیوں کی کتاب ''پیپل کی چھاؤں میں'' ۲۰۰۱ء کے آغاز میں زیورِ

طباعت سے آراستہ ہوئی۔

جہاں تک دوہوں کا تعلق ہے، تو عالی صاحب کے دوہے پڑھنے کے بعد میں نے کوئی ایک سو کے قریب دوہے بھی لکھ لیے اور بعد میں کہیں گم کر بیٹھی۔ مگر دس بارہ برس کے بعد جب گھر تبدیل کیا تو دوہے دوبارہ دریافت ہو گئے۔ اُن کی نوک پلک درست کر کے میں نے جرمنی میں حیدر قریشی صاحب سے رابطہ کیا کہ دوہوں کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کریں مبادا پھر سے گم شدہ ہو جائیں۔ ان کی طرف سے حوصلہ افزائی پر میں نے تیس کے قریب دوہے ان کے ششماہی جریدے ''جدید ادب'' کے لئے روانہ کر دیئے جو جنوری ۲۰۱۲ء کے شمارہ نمبر ۱۸ میں شائع کر دیئے گئے۔ گویا ایک طرح سے ''جدید ادب'' نے میرے دوہوں کی رسمِ اجراء کر دی ہے۔

ایک وضاحت: گو کہ ان میں سے بہت سے دوہے میری کلیات ''خوشبو، گلاب، کانٹے'' میں شامل ہیں جو ۲۰۱۲ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی مگر اس کے بعد کچھ مزید دوہے بھی لکھے اور اب یہ تمام دوہے الگ کتابی شکل میں قارئین کی خدمت میں حاضر ہیں۔

رضیہ اسماعیل

۶ نومبر 2015ء

رضیہ اسماعیل کی سانولی سلونی شاعری کی معنویت

معنی آگیں آفاقی بصیرت کو تخلیقی ویژن عطا کرنا فن کاری ہے۔ رضیہ اسماعیل نثر لکھتی ہیں تو یافت کی مختلف کیفیات سے طلوع ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں اور شاعری کرتی ہیں تو صداقت کی اڑان پر اپنے پنکھ تولتی اور ادراک کو لطافت بخشتی دکھائی دیتی ہیں۔

وہ غزل، نظم اور دوہا کے ذریعہ آشنا حقیقتوں کی خیال افروزی کی طلسم کشائی بھی کرتی ہیں۔

رضیہ اسماعیل کو زبان پر قدرت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسوانی جذبات کی عکاسی ضرور کرتی ہیں۔ آئے دن کے مسائل کو دور سے تماشا دیکھنے والے کی طرح نہیں پیش کرتیں بلکہ اس رخ کو پیش کرتی ہیں جو ہر فرد کے سامنے آتا ہے۔ اپنے احساس اور تجربے کو تخلیق کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اسلوب کی تازگی پر اور اظہار کی معصومیت اور سچائی پر ان کی نظر یقیناً ہوتی ہے۔

رضیہ اسماعیل کی غزلیہ شاعری کی بنیاد ایسی ہے جس میں تخلیقیت شناسی کی مقناطیسی قوت بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ اپنے لہجے کے نئے پن کے باوجود کلاسیکی مزاج سے الگ نہیں ہیں۔ اپنی غزلوں میں تخلیقی آگہی کا عرفان پیدا کر کے ذہن اور احساس کے لئے نئی جوت جگاتی ہیں اور داخلی شعور کو سامنے لاتی ہیں جس میں حقائق کے نئے پہلو ہوتے ہیں اور زندگی کی معنی خیز ترجمانی جس کے کے ذریعے عمل میں ترقی ہے۔

راتوں کا اندھیرا ہے، تنہائی ہے اور میں ہوں
ایسے میں کوئی جگنو پہلو سے لگا ہوتا

یادیں جب بھی باہیں کھول کے آتی ہیں
یادوں سے میں ہاتھ چھڑاتی رہتی ہوں

مرنا پڑے سو بار اگر تو مر جاؤ
پر اپنے کردار کو مرنے مت دینا

مرد و زن کے لئے شرم و غیرت حیا لازمی ہیں مگر
مرد جیسا بھی ہو، آنکھ میں عورتوں کی حیا ڈھونڈتا ہے

کمندیں ڈال کر تم مہر و مہ پر بھول بیٹھے ہو
ابھی تو آدمی کو بھی یہاں انسان ہونا ہے

لہجے کی نرمی اور لطافت وخلوص کا احساس رضیہ اسماعیل کے یہاں جا بجا ملتا ہے لیکن تلخئ الم کی شدت نہیں ملتی۔ اس نرمی اور شیریں سخنی کا سہارا لے کر انھوں نے تلخ سے تلخ حقیقت کو گوارا بنا لیا ہے۔ وہ اپنے مزاج کی سادگی کے ساتھ آفاقی صداقت کو فنی لوازم کے کینوس پر شعر کا جامہ پہنانے کا ہنر بخوبی جانتی ہیں۔ اس جاننے میں لطیف نفسیاتی نکتے اور اشارے بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں تخلیقی آگہی کی جلوہ گری کی ایک صورت یہ بھی ملتی ہے کہ وہ روح کے نازک بندھنوں کو جذبے کی طاقت عطا کرتی ہیں

اور غم کو جذباتی گرمی سے متاثر کرتی ہیں۔

بہت پتھر کیا تھا خود کو میں نے
تو بچھڑا تو پگھلنا آ گیا ہے

فقط دو بول ہی کافی نہیں رشتوں کے بندھن کو
ابھی تک جسم ہیں دونوں، انھیں یک جان ہونا ہے

رضیہ اسماعیل کی غزلیں پڑھ کر لگتا ہے کہ اندر سے باہر کی طرف اور سوچ سے دل کی طرف سفر میں ہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں سے خود دریافتی اور خود آ گاہی کی نبرد آزمائی شروع ہوتی ہے۔ اسی کشفِ ذات کے احساس اور تخلیقی تنہائی کی ساعت سے اکائی کی شناخت بنتی ہے، تخلیقیت شناسی کے جوہر واضح ہوتے ہیں اور تخلیقی رویہ داخل سے پھوٹتا اور خارج میں ملتا ہوا نظر آتا ہے۔

رضیہ اسماعیل نے نثری نظمیں زیادہ کہی ہیں جن میں ان کی سوچ کے بے کل دھارے زیادہ ملتے ہیں۔ وجود کی سخت زمین کو توڑ کر اظہار کی بے قراری ملتی ہے اور نا آسودگی کے داخلی المیے کے استعارے اور تراکیب ملتے ہیں۔ معنویت کو آشکار کرنے کے لئے قلمی تاثیر کی آئینہ داری دیکھی جا سکتی ہے۔

مگر لفظوں کو سو سو بار لکھنے پر
کئی نقطے لگانے اور مٹانے پر
کوئی بھی عکس تو کاغذ کی باہوں میں نہیں آتا
کہاں ہو تم...... کتابِ زندگی کے
کون سے پنّے میں رہتے ہو!

ہمیں لفظوں کے گھر میں چھوڑ کر
تم نے کہاں پر گھر بنایا ہے!
ہمیں کیسے بھلایا ہے!
نہیں آنا، نہیں ملنا
کوئی تحریر ہی بھیجو
کہ اک تحریر کا تحریر سے رشتہ تو ہوتا ہے!

(تحریر)

احساسات کے آتشِ سیّال کو فن کے پیمانے میں ڈھال کر رضیہ اسماعیل حرف و معنی کے پھول کھلاتی ہیں اور تمنا کے خار اگاتی ہیں۔

ہمیں رستے میں حائل سب فصیلوں کو
کسی جذبے کی ٹھوکر سے گرانا ہے
ہمارے پاؤں سے لپٹے ہوئے جتنے سمندر ہیں
ہمیں کڑوے کسیلے پانیوں کو
اسمِ اعظم پڑھ کے
زم زم میں بدلنا ہے
بدن کی چاندنی......
صحرا کی تپتی ریت میں کندن بنانی ہے
کہیں سے ڈھونڈ کر ہم کو

کٹھالی عشق کی لانی ہے
جس میں مرغِ بسمل کی طرح سے رقص کرنا ہے
ہمیں جانا ہے نگری پیار کی
اور گھر کا رستہ بھول جانا ہے

(سوچ سمندر)

بے خودی و ہشیاری عطا کرنے کی حقیقت نگاری کی جلوہ آرائی رضیہ اسماعیل کی انفرادیت ہے۔ان کی بعض نظمیں ایسا چہرہ ابھارتی ہیں جن کی لکیریں آشوبِ ذات کے ادراک سے منور ہیں اور آگہی کے ابلاغ کے لئے تڑپ رہی ہیں۔احساس کی گہرائی اور جذبے کی سلگتی ہوئی آنچ کی تمازت دیکھیے۔

زندگی کے عقوبت خانے میں
صرف جسم ہی قید نہیں ہوتے
ضمیر دربان بن جاتے ہیں
سوچوں کے چہرے پر سیاہی مل دی جاتی ہے
خیالوں کے پاکیزہ بدن کو
ناپاک ہاتھ چھوتے ہیں
اندھیرا روشنی کی آبروریزی کرتا ہے
رات، دن کی داشتہ بنتی ہے
خواب اندھے ہوجاتے ہیں

خوشبو بیوہ ہو جاتی ہے
عورتیں مرد بن جاتی ہیں......!

(عقوبت خانے)

بہت سارے موضوعات ہیں جن پر اپنے انداز اور فکر کی روشنی میں رضیہ اسماعیل نے نظمیں لکھی ہیں۔ وہ صداقت اور اظہار کی رعنائی سے کام لیتی ہیں۔

رضیہ اسماعیل نے دوہے میں بھی تجربے کیے ہیں۔ گیارہ اور تیرہ ماتراؤں کی یہ صنف تہذیبی میراث اور ثقافتی شناخت رکھتی ہیں۔ دو مصرعوں میں رضیہ اسماعیل نے بھی فکر کی جولانیاں دکھلائی ہیں اور جامعیت و معنویت کے ساتھ تلخ حقائق سے روشناس کرایا ہے۔ انھوں نے خطابت کو دو آشتہ بنا کر سچائی کو جس طرح آب و رنگ عطا کیا ہے، یہ ان ہی کا حصہ ہے۔ خدا سے مخاطب ہو کر علوئے خیال کی رنگ آمیزی میں جہاں شکوہ ہے وہیں کیفیتِ قلبی بھی ہے۔

آدم کو جنت سے نکالا، کیسا تھا یہ ناٹک؟
حشر تلک اب اس جنت کا بند رہے گا پھاٹک

جنت میں جانے کی ہائے کیا کیا شرطیں رکھ دیں
اوپر سے ابلیس کی باگیں کتنی ڈھیلی کر دیں

تیری عبادت کریں فرشتے، اور انھیں کیا کام
سارے کام تو ہم کو سونپے، پھر بھی ہم بدنام

آتما تن کا ایسا ناتا، بھید نہ کوئی پائے
جب تو چاہے تیرا فرشتہ آ کر روح لے جائے

آشوبِ آگہی اور روحِ عصر کی فکری توجیہ سے رشتہ جوڑ کر زندگی کی نئی تعبیر کا حوالہ رضیہ اسماعیل نے اپنے دوہے میں تواتر سے دیا ہے۔ نئے آفاق، نئے امکانات وانکشافات اور معنی ومفہوم اور بندش کے البیلے ذائقے کو انھوں نے اسلامی اساطیر میں تلاش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔علامتی انداز کے ایسے دوہے جدگانہ انفرادیت رکھتے ہیں۔

تین سو تیرہ تیرے مجاہد، کھڑی کفار کی فوج
ہار کہاں سکتے ہیں ربّا، کریں جو حق کی کھوج

ابراہیم کی آنکھ کا تارا، ماں کا راج دُلارا
اک بچے کی قربانی نے سب کا بخت سنوارا

صفا سے لے کر مردہ تلک پھرتی تھی ماری ماری
چاروں اور وہ کھوجے جَل کو، سمے بڑا تھا بھاری

کومل کومل ایڑیوں سے پھر پھوٹا ایسا چشمہ
چشمہ زم زم کا تھا گویا ربّ کا ایک کرشمہ

کالی کملی کاندھے پر تھی، آنکھ بڑی متوالی
ڈوب رہی بحرِ عصیاں میں دنیا اس نے بچا لی

رضیہ اسماعیل کے دوہے میں سوچ کے دائرے پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ زندگی کسی سانولے سلونے محبوب کی طرح ان کی آغوش میں اور ہجر و فراق ان کے بازوؤں میں سوئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آشا اور نراشا کے بیچ کتنے ہی خواب جاگتے ہیں اور کتنی ہی خواہشیں مرتی ہیں۔

چُن چُن سپنے آشاؤں کے ہار پروتی جاؤں
جب بھی پیتم آئے دوارے، اس کو ہی پہناؤں

کِھلے شگوفے پیڑوں پر، رُت پیا مِلن کی آئی
من ہی من میں دیکھ کے اس کو گوری ہے شرمائی

کاجل، ٹیکا، مہندی، پائل سب ہی شور مچائیں
یاد کریں بچھڑے پیتم کو، ہر دم اُسے بلائیں

کاجل، مسّی، بندیا، پائل پیار کے سب پہناوے
آ جائے گا ساجن تیرا، کیوں کجلا بکھراوے

دھیمی دھیمی پریم کی اگنی کیسے من کو جلائے
دل کی پیتم اپنی بھاشا کوئی سمجھ نہ پائے

بیر بہوٹی بن کر بیٹھی، کب ساجن گھر آئے
پاگل منوا پہلو میں رہ رہ کر شور مچائے

پانے کی خواہش کو وجود میں اتارتے ہوئے رضیہ اسماعیل معرفت کے دروازے کھولتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس کے راستے عصری تقاضے میں پوشیدہ ہیں، جہاں زندگی کے لہو کی سرخی بے حد نمایاں ہے۔ وہ نیستی کو سمجھ کر دوہے کے ذریعے عمل پر زور دیتی ہیں اور نظامِ عقائد کو بھی جاننے کی کوشش کرتی ہیں۔ روایت کی عکاسی ان کے دوہے میں تاثیر انگیزی اور موضوع کی ہمہ گیر جامعیت و معنویت کی دنیا سجاتی نظر آتی ہے۔

جگ کی رِیت نرالی بابا، ہم کو سمجھ نہ آئے
جو دُکھیوں کی کرے ہے چنتا، وہ روگی کہلائے

پی کے خون غریبوں کا اب لوگ بنیں دھن وان
حال غریب کا کوئی نہ پوچھے، کہاں ہے تُو بھگوان

عقل کے اندھو ! کیوں کہتے ہو، یہ تیرا یہ میرا
کون سدا جگ میں رہنے کا، چڑیاں رین بسیرا

جوگی والا پھیرا سب کا، جگ تیرا نہ میرا
من میں پیار کی جوت جگا لو، جس میں گھور اندھیرا

یہ حسنِ گمان ہے اور زندگی سے لگاؤ بھی۔ جذبے کے ان الگ الگ رنگوں میں رضیہ اسماعیل کی انفرادیت نمایاں ہے۔ ایک طرف نسوانی جذبات و احساسات اور ہجر و وصال کے معاملات ہیں تو دوسری طرف نیرنگیٔ حالات کی وجود پذیری بھی ہے۔ ساتھ ہی وقیع تر شعور و آگہی کی پوری گھلاوٹ ملتی ہے۔

پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی (انڈیا)

رضیہ اسماعیل کے دوہے
روایت وجدت کا حسین سنگم

سنسکرت سے مشتق زبانوں میں ''دوہا'' مختلف شکلوں میں برصغیر کی ایک خوب صورت روایت رہی ہے۔ خصوصاً ہندی میں ہر دَور میں دوہے کو ذریعۂ اظہار بنایا گیا ہے۔ لفظ ''دوہا'' خود دو مصرعوں کا اعلان کرتا ہے جس میں بات مکمل کی جاتی ہے۔

ہندی کے متعدد کویّوں نے دوہے لکھے کہ اس کی جڑیں عوام میں، خصوصاً دیہاتوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ سورداس اور کبیرداس جیسے شعرانے دوہے کو نیا رنگ دیا اور زندگی کے حقائق کو دوہے کا حصہ بنا کر عوام کے دلوں میں جگہ پالی۔ تقسیمِ ہند سے پہلے بھی دوہے اُردو شاعری کا ایک اہم حصہ رہے لیکن گزشتہ تین عشروں میں اِس صنف نے عوام کو مسحور کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا، دوہا گاؤں کی چوپالوں میں ایک مخصوص ترنم سے ادا کیا جاتا تھا۔ اسے شہری مشاعروں کی زینت بنانے میں جن لوگوں نے خونِ جگر صرف کیا ہے، اُن میں ایک نام جمیل الدین عالؔی کا ہے جنھوں نے اپنے خاص ترنم سے دوہے کو مقبولِ عام بنا دیا۔ جب مشاعروں میں وہ اپنے خاص انداز سے دوہا پڑھتے ہیں تو بشاشت، فرحت اور سوچ سامعین کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔

عالؔی اب کے کٹھن پڑا دیوالی کا تہوار
ہم تو گئے تھے چھیلا بن کر بھیّا کہہ گئی نار

دوہے کی مقبولیت نے اُردو شعرا کہنے پر اکسایا، نتیجتاً اب تقریباً ہر شاعر دوہا لکھ رہا ہے اور اس صنف کو اعجاز، اعتبار اور حسن بخش رہا ہے۔ ان کو حسن عطا کرنے والوں میں ایک نمایاں، مقبول اور محترم نام ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کا ہے۔ جنھوں نے زندگی کی مختلف حقیقتوں کو دوہے کا روپ دے کر اپنے قارئین کو نہ صرف متاثر کیا ہے بلکہ انھیں سوچنے پر بھی مجبور کر دیا ہے۔ ان کے چند دوہے پڑھتے چلیے:

درپن جھوٹ کبھی نہ بولے یہ دھندا نادانوں کا
سچ کا پرچم لے کر نکلو کام یہی انسانوں کا

پیار محبت جیون جیوتی کبھی نہ جو بجھ پائے
پیار عبادت سچے رب کی راس دلوں کو آئے

رضیہ صاحبہ نے اپنے دوہوں کا مخصوص رنگ نمایاں رکھا ہے اور وہ ہے عوامی زبان جس میں ہندی کے الفاظ اپنی چھب دکھا رہے ہیں۔ عموماً دوہوں میں روایتاً محبت، ہجر، فراق اور وفا و بے وفائی کا ذکر ہوتا ہے لیکن رضیہ اسماعیل نے زندگی کے مختلف حقائق کو دوہے کا حصہ بنا کر دوہے کی صنف کو اعتبار عطا کیا ہے۔ یہ دوہے پڑھیے۔

پیدا کیا انسانوں کو فی احسن تقویم
تاجِ نیابت سر پر رکھ کر ہم کو دی تکریم

میں دیکھوں آکاش کو اور مجھ کو دیکھے وہ
کاش میں اس سے پوچھ سکوں کیوں گردش میں ہے وہ

رضیہ نے دوہے کے خاص ماحول میں بھی زبان کے جوہر دکھائے ہیں جو بڑی خوب صورتی سے محاورے کو دوہے کا حصہ بنایا ہے۔

آس امید پہ دنیا قائم، ٹھیک نہیں ہے نراشا
سہج پکے سو میٹھا ہووے، نا کر کھیل تماشا

رضیہ صاحبہ کے دوہے زبان و بیان کی خوب صورتی کے علاوہ سوچ کا انوکھا زاویہ تراش کر قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔ ہم تو بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ

وہ لکھیں اور پڑھا کرے کوئی

عقیل دانش، لندن

رضیہ اسماعیل کے دوہے......ایک مطالعہ

دوہا خالص ہندوستانی صنفِ شاعری ہے۔امیر خسرؔو سے لے کر آج تک شعرا دوہے پر طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔اس کی تاریخ طویل ہے اور تسلسل قائم۔ابتدا میں اس کی رفتار دھیمی رہی ہے۔پھر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب اس کی آواز کم کم سنائی دیتی رہی ہے۔بیسویں صدی میں دوہے نے نئی انگڑائی لی ہے اور نئی شان سے شعری افق پر اس کی جلوہ گری ہوئی ہے۔موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ عالمی سطح پر دوہا نگاری کو فروغ ہوا ہے اور برصغیر ہندوپاک کے علاوہ خلیجی ممالک، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور جرمنی وغیرہ میں مقیم ہندوستانی وپاکستانی شعرا نے اسے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔دوہے کی اس مقبولیت کا راز میرے خیال میں غزل سے اس صنف کی قربت کا ہونا ہے۔قربت سے میری مراد غزل کے اشعار کا ظاہری طور پر ایک دوسرے سے بے ربط ہونے سے ہے۔یعنی جس طرح غزل کا ہر شعر ایک اکائی ہوتا ہے اور مکمل بھی، اسی طرح دوہا بھی اپنے آپ میں مکمل اکائی ہوتا ہے۔میرے مطالعہ کی حد تک۔

کاگا سب تن کھائیو چُن چُن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا ملن کی آس

کو پہلا دوہا قرار دیا گیا ہے۔یہ دوہا برہن کے جذبات کا عکاس ہے۔کہہ سکتے ہیں کہ عشق دوہے

کی بنیاد میں شامل ہے۔ لیکن جیسے جیسے علم کا دریا وسیع ہوتا گیا، دائرہ بڑھتا اور پھیلتا گیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی ہوتی گئی۔ دوہے کے موضوعات ومضامین میں بھی وسعت آتی گئی۔ آج کا دوہا نگار صرف عشق، حسن، ہجر ووصال کے حصار میں مقیّد نہیں بلکہ وسیع تر کائنات اس کی نگاہوں میں ہے۔ لہٰذا آج کے دوہے میں وسیع تر کائنات کے حالات کی عکاسی بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

قبل اس کے کہ میں رضیہ اسمٰعیل کے دوہوں پر گفتگو کروں، میں چاہتا ہوں کہ ایک ہندوستانی اور ایک پاکستانی شاعر کے دوہے کے تعلق سے خیالات نذرِ قارئین کروں تا کہ صنف دوہا، اس کی فنی حیثیت و شناخت اور مضامین وموضوعات کے تعلق سے واقفیت ہو جائے۔

تیرہ، گیارہ ماترا، بیچ بیچ وشرام
دو مصرعوں کی شاعری، دوہا جس کا نام
(فراز حامدی)

نا مانگے پچیس یہ، نا راکھے تئیس
دوہے کی ہر سطر میں حرف سجیں چوبیس

تیرہ پر لے سانس پھر باقی گیارہ جوڑ
دوہے کے اس روپ کی نہیں ادب میں ہوڑ

دو مصرع میں باندھ کر داد، نصیحت، پریت
بھید کھولنا جگت کے ہے دوہے کی رِیت

فعلن ، فعلن ، فاعلن ، فعلن ، فعلن ، فاع
دوہے کا یہ وزن ہے، کہتے ہیں طباع
(تاج قائم خانی)

میرے خیال میں صنف دوہا کے فن اور موضوع پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا میں رضیہ اسماعیل کے دوہوں پر گفتگو کی ابتدا کرتا ہوں۔

کسی فن کار کے فن پت گفتگو کے لئے اس فن کار کی شخصیت اور دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ اس کے فکر وفن کے مکمل نمونے جب تک سامنے نہ ہوں، انصاف کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ میرے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ میں نے رضیہ اسماعیل کو ''پرواز'' کے علاوہ کہیں نہیں پڑھا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی نثری یا شعری مجموعہ پیشِ نظر رہا ہے۔ ایسی صورت میں ساحر شیوی کے ذریعے مرسلہ محض پچاس ساٹھ دوہوں کی روشنی میں میں جو گفتگو کروں گا ممکن ہے اس سے رضیہ اسماعیل کی فن کاری کے پورے سچ پر روشنی نہ پڑ سکے۔ لہٰذا قارئین سے پہلے ہی معذرت کر لیتا ہوں کہ اگر میں رضیہ اسماعیل کو اچھی طرح پیش نہ کر سکوں تو مجھے معاف فرمائیں گے۔

رضیہ اسماعیل کے دوہے میرے پیشِ نظر ہیں۔ ان کے مطالعہ سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ رضیہ اسماعیل اپنے ماضی سے خوب واقف ہیں۔ اسلامی تاریخ ان کی نظروں میں ہے۔ انھوں نے اس کا نہ صرف گہرائی سے مطالعہ کیا ہے بلکہ اس کو دل کی گہرائیوں میں اتارا ہے اور اس پر عمل پیرا رہی ہیں۔ دوم یہ کہ انھوں نے اپنے دوہوں میں حمد ونعت کے مضامین کو بڑی خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے نیز حمد کہتے وقت دیوانگی اور نعت کے وقت ہشیاری کو اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔ تیسری چیز یہ کہ انھوں نے عورت کی مختلف جذباتی کیفیات کو بڑی خوبی سے دوہوں میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اور

چوتھی چیز یہ کہ اخلاقی تقاضے بھی ان کے پیشِ نظر رہے ہیں۔

ان کے دوہوں سے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں کہ میں اپنی گفتگو کو مدلل کروں۔

حمد یہ اور نعتیہ دوہے تقریباً تمام دوہا نگاروں نے لکھے ہیں لیکن رضیہ اسماعیل کی حمد نگاری اور نعت نگاری نیز ان کی اسلامی و انسانی تاریخ سے واقفیت کا اندازہ لگانا ہو اور ان کا منفرد اظہار یہ دیکھنا ہو تو مندرجہ ذیل دوہے ملاحظہ فرمائیں۔

اونچی تیری شان ہے مولا، اونچا راج سنگھاسن
عیب نہیں کوئی تجھ میں مولا، کیوں کر گنوں محاسن

سارے جگ کا رکھوالا تو، ہم تیرے محتاج
حکم عدولی کرتے ہوئے کیوں آئے نہ ہم کو لاج؟

کالی کملی کاندھے پر تھی، آنکھ بڑی متوالی
ڈوب رہی بحرِ عصیاں میں دنیا اس نے بچا لی

کفر و شرک کی کالی آندھی سنے نہ کوئی بات
ٹھان لی جی میں لیکن اس نے، دے کے رہیں گے مات

دُرِ یتیم بنایا اس کو، بھید بڑا تھا گہرا
دُکھ اس کی جاگیر بنائے، اس پر غم کا پہرا

آدم کو جنت سے نکالا، کیسا تھا یہ ناٹک؟
حشر تلک اب اس جنت کا بند رہے گا پھاٹک

جنت میں جانے کی ہائے کیا کیا شرطیں رکھ دیں
اوپر سے ابلیس کی باگیں کتنی ڈھیلی کر دیں

تیری عبادت کریں فرشتے، اور انھیں کیا کام
سارے کام تو ہم کو سونپے، پھر بھی ہم بدنام

آتما تن کا ایسا ناتا، بھید نہ کوئی پائے
جب تو چاہے تیرا فرشتہ آ کر روح لے جائے

ابراہیم کی آنکھ کا تارا، ماں کا راج دُلارا
اک بچے کی قربانی نے سب کا بخت سنوارا

صفا سے لے کر مردہ تلک پھرتی تھی ماری ماری
چاروں اور وہ کھوجے جَل کو، سمے بڑا تھا بھاری

تین سو تیرہ تیرے مجاہد، کھڑی کفار کی فوج
ہار کہاں سکتے ہیں ربّا، کریں جو حق کی کھوج

مندرجہ بالا دوہوں میں آپ کو یقیناً حمد و نعت کا نرالا اور اچھوتا انداز نظر آیا ہو گا۔ انسان اور فرشتوں کا فرق، روح اور بدن کی حقیقت، آدم کا جنت سے نکلنا، حضرت ابراہیم اور اسماعیل کی قربانی، حضرت ہاجرہ کی پریشانی، زم زم کا چشمہ بہنا، جنگِ بدر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کرب ناک پہلوؤں کو کس خوب صورتی سے ادب کے قالب میں ڈھالا ہے، اسے صرف محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ ضرورتاً ہندی الفاظ کے استعمال سے اثر آفرینی کا کام لیا گیا ہے۔ اسے فن کارانہ چابک دستی کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم رکھنے کی کوشش بھی کم اہم نہیں۔

مندر جاؤ، مسجد جاؤ، ربّ تو ایک ہے بھائی
وہ ہی احد، وہ ہی واحد، دوئی کاہے بنائی

اس دوہے میں لفظ ''کاہے'' جو خالص بہاری لفظ ہے، کا استعمال کر کے فن کار نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ زبان زبان ہوتی ہے، کسی ایک علاقے کی جاگیر نہیں۔ پھر ''کاہے'' کے استعمال نے جو ایک فطری انداز پیدا کر دیا ہے، اس کی داد نہ دینا قرینِ انصاف نہیں۔

میں نے پہلے کہیں لکھا ہے کہ رضیہ عورت ہیں لہٰذا انھوں نے مختلف ساعتوں میں عورتوں کے جذبات کی بھی خوب عکاسی کی ہے۔ ان دوہوں میں حسن کی چھیڑ چھاڑ ہے، عشق کی تڑپ ہے، برہ اور برہن کا دکھ ہے، ملن کی آس ہے، وصال کی خوشبو ہے، ملن کا جوش ہے، ایک دوسرے میں سما جانے کی تمنا اور کھو جانے کی آرزو ہے۔ یہ سب کچھ نرا بیان نہیں بلکہ شاعرانہ اقدار کی پاس داری کے ساتھ فکری و فنی حسن کی آمیزش کا خوب صورت نمونہ بھی ہے۔ یہاں اگر پیا کے لئے سپردگی ہے تو پیا سے دو دو ہاتھ کرنے کی دھمکی بھی ہے۔ یعنی رضیہ کی عورت محض مجبور نہیں بلکہ خود اپنے وزن و وقار کو بھی محسوس کرتی ہے۔

رضیہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ زمانہ حسن وعشق کا دشمن ہوتا ہے لہٰذا انھوں نے حسن کو زمانے سے بچنے کی بھی صلاح دی ہے۔ چند دوہے ملاحظہ فرمائیے۔

بستی بستی، قریہ قریہ دھواں اڑاتے پھرتے ہو
کس کی دید کی آس لگائے اشک بہاتے پھرتے ہو

خواب چرائے آنکھوں کے یہ راتوں کی بے خوابی
دھول اڑے انکھین نگری میں بڑھے ہے جب بے تابی

عشق کی مے ہم پی بیٹھے ہیں، یار نظر نہ آئے
مرتے دم تک اس کو کھوجیں، چاہے جہاں چھپ جائے

عشق ترے نے من کے اندر ایسی جوت جگائی
تیرے بنا کچھ نظر نہ آئے، حاضر کُل خدائی

جیم جدائی کی گھڑیاں اب بیتیں نہیں اکیلے
آن ملو اب ساجن تم بھی کس کارن کے میلے

دُور نظر سے ہو جاؤ پر دل سے دُور نہ ہونا
لاکھ جتن سے پیار خزانہ پایا، اب نہ کھونا

رات مرادوں والی آئی، من کا پنچھی چہکے
خوشبو اُڑتی پھرے سانوریا، گجرا ہر سو مہکے

دھیمی دھیمی پریم کی اگنی کیسے من کو جلائے
دل کی پیتم اپنی بھاشا کوئی سمجھ نہ پائے

برکھا اور بادل کو دیکھو، کھیلیں آنکھ مچولی
من سے میرے ہُوک سی اٹھے کہاں مِرا ہمجولی

لوک لاج کو تج کے میں تو چلی پیا کے ساتھ
روک سکو تو روک لو مجھ کو، پکڑا پی کا ہاتھ

پکڑ کے پی کا ہاتھ چلی ہو، اتنا رہے گمان
نظر نہ لاگے پیار کو تیرے، بیری کُل جہان

کاجل ، ٹیکا ، مہندی ، پائل سب ہی شور مچائیں
یاد کریں بچھڑے پیتم کو، ہر دم اُسے بلائیں

سو گئے تارے، نیند کے مارے اور جاگے اِک برہن
لوٹ کے جانے کب آؤ گے، چوکھٹ پر ہیں نینن

میں سلفے کی لاٹ ہوں سجناں، تو گھبرو پنجابی
سیدھے راہ پہ آ جا ورنہ ہو گی بڑی خرابی

تو پنجاب کا گھبرو ہے تو میں بھی روپ کٹاری
دیکھے مجھ کو جو بھی تا کے اور نہ کوئی ناری

پھوڑ دی گاگر بیچ بجریا، لاج اسے نہ آئے
گھاگرا چولی بھیگا، گوری لاج سے مرتی جائے

گوری بن میں جھولا جھولے، گیت مِلن کے گائے
آئے ساجن چپکے سے اور من کے پھول کھلائے

اتنا ہی نہیں غریبوں، بے کسوں اور لاچاروں کی کس مپرسی پر رضیہ آٹھ آٹھ آنسو بہاتی ہیں۔

پی کے خون غریبوں کا اب لوگ بنے دھن وان
حال غریب کا کوئی نہ پوچھے، کہاں ہے تُو بھگوان؟

اور پھر یہ اخلاقی درس بھی ملاحظہ ہو۔

عقل کے اندھو ! کیوں کہتے ہو، یہ تیرا یہ میرا
کون سدا جگ میں رہنے کا، چڑیاں رین بسیرا

جوگی والا پھیرا سب کا، جگ تیرا نہ میرا
من میں پیار کی جوت جگا لو، جس میں گھور اندھیرا

اور آخر میں علم وجہل کے تعلق سے یہ دوہا ملاحظہ ہو۔

علم تو ہے اک نقطہ سائیں، کاہے سمجھ نہ آوے
جاہلوں جیسی باتیں کر کے کیوں تو اسے بڑھاوے

رضیہ پاکستان نژاد اور برطانوی شاعرہ ہیں۔ ان کے دوہوں میں پاکستانی یا برصغیر کی عورت تو نظر آتی ہے مگر برطانوی عورت نظر نہیں آتی، کم از کم ان دوہوں کی حد تک جو مجھے بھیجے گئے ہیں۔

رضیہ کی دوسری ادبی اور سماجی مصروفیات بھی ہیں جہاں انھوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے غزل، نظم اور نثر کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی ہے۔ مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ رضیہ کو سلیقۂ گفتار بھی حاصل ہے اور سلیقۂ اظہار بھی۔ الفاظ کے استعمال پر، زبان و بیان پر دسترس بھی ہے اور ادبی اقدار کا تحفظ بھی ان کو آتا ہے۔

فنی و عروضی سطح پر ان دوہوں کی کیا حیثیت ہے؟ اس کا فیصلہ تو وہ کریں گے جو ماہرِ عروض ہیں۔ میری نظر میں رضیہ کے دوہے قابلِ مطالعہ ضرور ہیں۔

محفوظ الحسن (بہار۔انڈیا)

اونچی تیری شان ہے مولا، اونچا راج سنگھاسن
عیب نہیں کوئی تجھ میں مولا، کیوں کر گنوں محاسن

❁

سارے جگ کا رکھوالا تو، ہم تیرے محتاج
حکم عدولی کرتے ہوئے کیوں آئے نہ ہم کو لاج

جس کے عشق میں ڈوب کے تم نے، کہہ دیا کُن فیکون
اسی دوارے جا کر پائیں، ہم بھی انت سکون

❁

آدم کو جنت سے نکالا، کیسا تھا یہ ناٹک؟
حشر تلک اب اس جنت کا، بند رہے گا پھاٹک

جنت میں جانے کی ہائے، کیا کیا شرطیں رکھ دیں
اوپر سے ابلیس کی باگیں، کتنی ڈھیلی کر دیں

❁

پیدا کیا انسانوں کو، فی احسن تقویم
تاجِ نیابت سر پر رکھ کر، ہم کو دی تکریم

ڈالی ڈالی اُڑیں پکھیرو، تیرے ہی گُن گائیں
تیرا نام ہی وِردِ زباں ہے، کیسے تجھے بتائیں

❀

تیری عبادت کریں فرشتے، اور انھیں کیا کام
سارے کام تو ہم کو سونپے، پھر بھی ہم بدنام

آتما تن کا ایسا ناتا، بھید نہ کوئی پائے
جب تو چاہے تیرا فرشتہ، آ کر روح لے جائے

❀

قبر اندھیری، ماٹی ماری، مجھ کو ہے ڈر لاگے
اس کے شکنجے میں جو آئے، پھر وہ کیسے بھاگے

جنت اور جہنم کی چنتا، ہے مجھ کو گھیرے
بند کرو یہ ناٹک سائیں، ہم بندے ہیں تیرے

❁

ہم کو بلاؤ کعبے میں، اور بھید نہ کوئی کھولو
موسیٰ جب بھی طور پہ آئے، بڑے رسان سے بولو

عشق کا کومل بوٹا، جس نے خونِ جگر سے سینچا
اک نعرہ مستانہ لگا، تو دار پہ اس کو کھینچا

❀

تین سو تیرہ تیرے مجاہد، کھڑی کفار کی فوج
ہار کہاں سکتے ہیں ربّا، کریں جو حق کی کھوج

حق کی راہ میں مرنے والے، جنت کے حق دار
حوریں ان کی جیون ساتھی، بنیں ہزاروں بار

❁

ابراہیم کی آنکھ کا تارا، ماں کا راج دُلارا
اک بچے کی قربانی نے، سب کا بخت سنوارا

صفا سے لے کر مردہ تلک، پھرتی تھی ماری ماری
چاروں اور وہ کھوجے جَل کو، سمے بڑا تھا بھاری

❁

کومل کومل ایڑیوں سے، پھر پھوٹا ایسا چشمہ
چشمہ زم زم کا تھا، گویا ربّ کا ایک کرشمہ

حکم ہوا ساری امت کو، اس سے پیاس بجھاؤ
کرو طوافِ کعبہ من سے، ربّ کے درشن پاؤ

❀

تیرے دوارے آنے والے، خوش قسمت کہلائیں
گاتے ہوئے لبّیک ترانہ، ہم بھی مکے جائیں

عرفہ کا دن ہم کو ملا، اور ہو گیا جنم دوبارہ
رشک سے ہم کو دیکھیں فرشتے ، خوش ہے رب پیارا

❁

مندر جاؤ، مسجد جاؤ، ربّ تو ایک ہے بھائی
وہ ہی احد، وہ ہی واحد، دوئی کا ہے بنائی

نرک سورگ کا چکر کیا ہے، ہم کچھ ناہیں جانیں
ماں سے بڑھ کر تیری محبت، ہم بس یہ ہی مانیں

❀

کالی کملی کاندھے پر تھی، آنکھ بڑی متوالی
ڈوب رہی بحرِ عصیاں میں، دنیا اس نے بچا لی

گمراہی کا ایک سمندر، جس کے کنارے ناگ
زہر بھری پچکاری ماریں، منہ سے اُگلیں آگ

❁

غم نے اس کے من کے اندر، ایسی مچائی ہلچل
امت ہی کے دھیان میں گزرا، جیون کا ہر اک پل

کفر و شرک کی کالی آندھی، سنے نہ کوئی بات
ٹھان لی جی میں لیکن اس نے، دے کے رہیں گے مات

✿

دُرِّ یتیم بنایا اس کو، بھید بڑا تھا گہرا
دُکھ اس کی جاگیر بنائے، اس پر غم کا پہرا

گونج اٹھی مکے کی وادی، ایسا دیا پیغام
سن کے جنھوں نے بات نہ مانی، برا ہوا انجام

❀

کتنا سوہنا، کتنا سُندر، اپنا نبیؐ پیارا
گوپیاں بھول کے کِشن کنہیا، ڈھونڈیں ترا سہارا

عشق کی مے ہم پی بیٹھے ہیں، یار نظر نہ آئے
مرتے دم تک اس کو کھوجیں، چاہے جہاں چھپ جائے

❀

عشق ترِے نے من کے اندر، ایسی جوت جگائی
تیرے بنا کچھ نظر نہ آئے، حاضر کُل خدائی

رات معراج کی یار پیارا، آیا تیرے پاس
دید کی پیاسی اکھیاں دیکھیں، بجھے نہ من کی پیاس

❀

جیم جدائی کی گھڑیاں، اب بیتیں نہیں اکیلے
آن ملو اب ساجن تم بھی، کس کارن کے میلے

دُور نظر سے ہو جاؤ، پر دل سے دُور نہ ہونا
لاکھ جتن سے پیار خزانہ پایا، اب نہ کھونا

❁

رات مرادوں والی آئی، من کا پنچھی چہکے
خوشبو اُڑتی پھرے سانوریا، گجرا ہر سو مہکے

دھیمی دھیمی پریم کی اگنی، کیسے من کو جلائے
دل کی پیتم اپنی بھاشا، کوئی سمجھ نہ پائے

❁

برکھا اور بادل کو دیکھو، کھیلیں آنکھ مچولی
من سے میرے ہُوک سی اٹھے، کہاں مِرا ہمجولی

چُن چُن سپنے آشاؤں کے، ہار پروتی جاؤں
جب بھی پیتم آئے دوارے، اس کو ہی پہناؤں

❀

پہن لیا ہے پریم کا چولا، اب غم ناہیں کوئی
دُور ہے مجھ سے پیتم میرا، پھر بھی میں نہ روئی

رونا دھونا چھوڑ ری گوری، جیون ہے انمول
پردیسی پتیم کی خاطر، جیون دان نہ رول

✿

لوک لاج کو تج کے میں تو، چلی پیا کے ساتھ
روک سکو تو روک لو مجھ کو، پکڑا پی کا ہاتھ

پکڑ کے پی کا ہاتھ چلی ہو، اتنا رہے گمان
نظر نہ لاگے پیار کو تیرے، بیری کُل جہان

❀

چھاجوں پانی برس رہا ہے، پیار کا چھاتا لاؤ
بھیگ چلی رے میں تو دیّا، آ کے مجھے بچاؤ

تو پنجاب کا گھبرو ہے، تو میں بھی روپ کٹاری
دیکھے مجھ کو جو بھی، تاکے اور نہ کوئی ناری

۞

میں سلفے کی لاٹ ہوں سجناں، تو گھبرو پنجابی
سیدھے راہ پہ آ جا، ورنہ ہو گی بڑی خرابی

کِھلے شگوفے پیڑوں پر، رُت پیا مِلن کی آئی
من ہی من میں دیکھ کے، اس کو گوری ہے شرمائی

✿

روٹھ گئی نینوں سے نِندیا، رینا بیتی جائے
جس رینا میں آئے پیتم، وہ رینا نہ آئے

کاجل ، ٹیکا ، مہندی ، پائل سب ہی شور مچائیں
یاد کریں بچھڑے پیتم کو، ہر دم اُسے بلائیں

❁

سو گئے تارے، نیند کے مارے، اور جاگے اِک برہن
لوٹ کے جانے کب آؤ گے، چوکھٹ پر ہیں نینن

کانٹے تیری راہ کے گوری، پلکوں سے میں چُن لوں
نکل سکے نہ جیون بھر تُو، جال میں ایسا بُن دوں

❁

نیناں برسیں ساون بھادوں، کجلا بکھرا جائے
راہ تکوں بیٹھی ساجن کی، کب ساجن گھر آئے

کاجل، مسّی، بِندیا، پائل، پیار کے سب پہناوے
آ جائے گا ساجن تیرا، کیوں کجلا۔ بکھراوے

❀

کتنے ساون بیتے مجھ کو، پیتم نظر نہ آئے
کومل ڈوری پریم کی سجناں، ٹوٹ کہیں نہ جائے

پریم کی ڈوری کچی ناہیں، پل بھر میں جو ٹوٹے
جنم جنم کا ناتا ہے یہ، ساتھ کہاں یہ چھوٹے

❁

ہمرے من کی چاہ کرے وہ، مفت نہیں دل دینا
سچا سودا پریم کا سجنا، دل دینا اور لینا

جھوٹ موٹ کا پیار جتائے، میں طوطا تو مینا
ایسی بانوری نہیں میں جاؤ، کھوؤں جو دل کا چینا

❁

پریم کا سندر گہنا پہنا، چلی پیا کے گاؤں
بیتے گا اب جیون سُکھ سے، اپنے پریم کی چھاؤں

پریت کے نام لگا بیٹھی ہوں، جیون، جاگ، سویرا
پیار میں ایسی سُدھ بُدھ کھوئی، کیا تیرا کیا میرا

❁

پریم کی ڈوری بیری سجناں، راہ میں کاہے توڑی
پریم سندیسہ لے کے آ جا، راہ تکے ہے گوری

چھوڑ گیا جو راہ میں پگلی، اس سے کیسی آشا
شام ہوئی گھر لوٹ کے آ جا، کاہے بنی تماشا

❀

بیر بہوٹی بن کر بیٹھی، کب ساجن گھر آئے
پاگل منوا پہلو میں، رہ رہ کر شور مچائے

پاگل منوا گوری تیرا، کاہے شور مچائے
آتا ہو گا پیتم تیرا، کر نہ ہائے ہائے

✿

رُت ساون کی بیتی جائے، پیا نظر نہ آئے
تھال سجا کر بیٹھی ہوں، وہ آئے، گلگلے کھائے

گلگلے تیرے دیسی گھی کے، نظر نہ ان کو لاگے
کھائے تیرے گلگلے جو بھی، پیار میں سر پٹ بھاگے

❁

بستی تیری دُور ہے ساجن، پاؤں پڑے ہیں چھالے
بیری کانٹے چبھ چبھ جاویں، ان کو کون نکالے

کاجل کا ہے کام بکھرنا، کیوں ری تُو گھبرائے
دید کا کاجل آنکھ میں بھر لے، کبھی نہ جو بہہ پائے

❁

ساجن تیرا روٹھ گیا ری، اس کو کون منائے
جگ میں ایسا کوئی نہیں، جو سوئے بھاگ جگائے

راہ تکوں ساجن کی بیٹھی، کب ساجن گھر آئے
سونی راہ کو دیکھ کے، دل کی پیڑ سہی نہ جائے

✿

آجائے گا ساجن تیرا، کاہے کی ہے جلدی
پی کے درشن کیے بِنا، اب اور کہاں تُو چل دی

پھوڑ دی گاگر بیچ بجریا، لاج اسے نہ آئے
گھاگرا چولی بھیگا، گوری لاج سے مرتی جائے

❀

گوری بن میں جھولا جھولے، گیت مِلن کے گائے
آئے ساجن چپکے سے، اور من کے پھول کھلائے

ہرجائی بھنورا ہے دیکھو، کلی کلی منڈلائے
جس کلیا کے پاس سے گزرے، اس کا من گھبرائے

✿

چندرما آکاش پہ چمکے، کہاں ہے پریتم میرا
آنکھ مچولی کھیلیں تارے، من میں بڑھے اندھیرا

پریم کے پنچھی اُڑتے جائیں، گیت انوکھے گائیں
پریم سے خالی من کی سمجھ میں، گیت نہ ان کے آئیں

❀

ہجر کی سوئیاں سر میں اٹکیں، آؤ پیا نکالو
دم الجھن میں اٹکا، اب تو، آ کے مجھے بچا لو

پھاگن بیتا، چیت بھی بیتا، ختم ہوئی نہ جدائی
کہاں گیا ری ساجن تیرا، پوچھے گُل خدائی

❁

پریم کا روگ لگا بیٹھی ہوں، آئے کوئی یوگی
ڈھونڈ کے میرا پیتم لائے، میں ہوں دل کی روگی

پریم میں تیرے جوگن بن گئی، دنیا راس نہ آئی
سچا ہے بس پیتم میرا، جھوٹی کُل خدائی

❁

جگ کی رِیت نرالی بابا، ہم کو سمجھ نہ آئے
جو دُکھیوں کی کرے ہے چِنتا، وہ روگی کہلائے

رات کی رانی مہکی مہکی، من بھی چہکا چہکا
پیار کا پنچھی اُڑتا جائے، کیسا بہکا بہکا

❁

ٹوٹا دل اور ٹوٹے تارے، دونوں ہیں بے کار
ٹوٹے دل سے لے سکتا ہے، بندہ کام ہزار

دل گہرا ہے ساگر مانند، غوطے اس میں کھاؤ
پیار کے سارے سُچّے موتی، ڈھونڈ کے تم لے آؤ

❁

سینت سینت کر نہ رکھو یوں، غم کو دل کے اندر
اس پرشاد کو بانٹو جگ میں، آئے خوشی من مندر

پیار محبت جیون جیوتی، کبھی نہ جو بجھ پائے
پیار عبادت سچے رب کی، راس دلوں کو آئے

✿

درپن جھوٹ کبھی نہ بولے، یہ دھندا نادانوں کا
سچ کا پرچم لے کر نکلو، کام یہی انسانوں کا

پیار کی مدرا پیتے پیتے، ہو گئے نین شرابی
دُور رہو اب مجھ سے پیتم، ہو گی بڑی خرابی

❀

بستی بستی قریہ قریہ، دھول اڑاتے پھرتے ہو
کس کی دید کی آس لگائے، اشک بہاتے پھرتے ہو

خواب چرائے آنکھوں سے، یہ راتوں کی بے خوابی
دھول اُڑائے اکھین نگری میں، بڑھے ہے جب بے تابی

❀

آس امید پہ قائم دنیا، ٹھیک نہیں ہے نراشا
سہج پکے سو میٹھا ہوئے، نہ کر کھیل تماشا

میں دیکھوں آکاش کو، اور مجھ کو دیکھے وہ
کاش میں اس سے پوچھ سکوں، کیوں گردش میں ہے وہ

❁

نیلی چھتری سر پر میرے، اور نیلا ہی ساگر
جی چاہے میں اس جیون کو، بھر لوں اندر گاگر

کاغذ قلم پوتر بندھن، ٹوٹ نہیں جو سکتا
دُکھ اور سُکھ کا ساتھ ہے ایسا، چھوٹ نہیں جو سکتا

❁

طاقت، دولت، شہرت پا کر، نہ ہو تُو مغرور
پربت سے گرتا ہے جو، ہوتا ہے چکنا چُور

رات دوشالہ غم کا اوڑھے، اتری میرے آنگن
غم کی برکھا ایسی برسی، جل تھل ہو گیا آنگن

❀

بات بات پر بات بنائے، کیسا وہ ہر جائی
پیار کی بھاشا سمجھ نہ پائے، اب تو میں بھر پائی

پی کے خون غریبوں کا، اب لوگ بنیں دھن وان
حال غریب کا کوئی نہ پوچھے، کہاں ہے تُو بھگوان

❁

عقل کے اندھو ! کیوں کہتے ہو، یہ تیرا یہ میرا
کون سدا جگ میں رہنے کا، چڑیاں رین بسیرا

جوگی والا پھیرا سب کا، جگ تیرا نہ میرا
من میں پیار کی جوت جگا لو، جس میں گھور اندھیرا

❁

علم تو ہے اک نقطہ سائیں، کاہے سمجھ نہ آوے
جاہلوں جیسی باتیں کر کے، کیوں تو اسے بڑھاوے

○○○

ادبی اور تخلیقی سفر

شاعری

☆ گلابوں کو تم اپنے پاس رکھو (غزلیں، نظمیں) ۲۰۰۰ء

☆ سب آنکھیں میری آنکھیں ہیں (نظمیں) ۲۰۰۰ء

☆ میں عورت ہوں (نظمیں مع انگریزی ترجمہ) ۲۰۰۱ء

☆ پیپل کی چھاؤں میں (رنگ رنگ کے ماہیے) ۲۰۰۱ء

☆ ہوا کے سنگ سنگ (غزلیں، نظمیں، دوہے) ۲۰۱۱ء

☆ خوشبو، گلاب، کانٹے (پانچوں مجموعوں کی کلیات) ۲۰۱۲ء

☆ خوشبو اُڑتی پھرے (دوہے) ۲۰۱۶ء

☆ احساس کی خوشبو (نظمیں مع انگریزی ترجمہ) ۲۰۱۶ء

نثر

☆ چاند میں چڑیلیں (طنز و مزاح) ۲۰۰۰ء

☆ کہانی بول پڑتی ہے (پوپ کہانیاں) ۲۰۱۲ء

☆ آدھی چادر (افسانے) ۲۰۱۶ء

زیرِ طبع

☆ مٹی کی آواز (افسانے)

☆ دائروں کا سفر (افسانچے)

☆ اجالوں کے استعارے (یادنگاری)

تالیفات

☆ نذرانۂ عقیدت...... مجموعۂ درود شریف ۱۹۹۷ء

☆ نیشنل ویمن ڈائریکٹری ۱۹۹۹ء
(برطانیہ میں قلم کار خواتین کی حوالہ جاتی دستاویز)...... بہ اہتمام ''آ گہی''

☆ رائٹ ٹریک (Write Track) ۲۰۰۰ء
(''آ گہی'' کے زیرِ اہتمام برطانیہ میں ینگ ایشین ویمن رائٹرز کی نثری اور شعری تخلیقات کا خاص نمبر، اردو اور انگریزی میں)

☆ پوئٹری ٹائم (Poetry Time) ۲۰۰۰ء
(''آ گہی'' کے زیرِ اہتمام برطانیہ میں ینگ ایشین رائٹرز کا شاعری کا مقابلہ اور انعامات حاصل کرنے والی تخلیقات کتابی شکل میں شائع کی گئیں)

☆ قرضِ وفا (شہناز مزمل کی شاعری کا انتخاب) ۲۰۰۲ء

☆ ''آ گہی'' ویب سائٹ کا اجراء ۱۹۹۹ء

www.aaghee.co.uk

رابطہ: 10 Augusta Road
Acocks Green
Birmingham
B27 6LA
England.(UK)
ٹیلی فون: +44 0121 574-5148
موبائل: 0750 764 6659
ای میل: aaghee@hotmail.com

پریم کے پنچھی اڑتے جائیں، گیت انوکھے گائیں
پریم سے خالی من کی سمجھ میں، گیت نہ اُن کے آئیں

پریت کے نام لگا بیٹھی ہوں، جیون جاگ، سویرا
پیار میں ایسی سُدھ بُدھ کھوئی کیا تیرا کیا میرا

پی کے خون غریبوں کا، اب لوگ بنیں دھنوان
حال غریب کا کوئی نہ پوچھے، کہاں ہے تو بھگوان

جگت کی ریت نرالی بابا، ہم کو سمجھ نہ آئے
جو دُکھیوں کی کرے ہے چنتا، وہ روگی کہلائے

علم تو ہے اِک نقطہ بابا، کاہے سمجھ نہ آوے
جاہلوں جیسی باتیں کرکے، کیوں تو اِسے بڑھاوے

عقل کے اندھو! کیوں کہتے ہو، یہ تیرا یہ میرا
کون سدا جگ میں رہنے کا، چڑیاں رین بسیرا

جوگی والا پھیرا سب کا، جگ تیرا نہ میرا
من میں پیار کی جوت جگا لو، جس میں گھور اندھیرا

رات مرادوں والی آئی، من کا پنچھی چہکے

خوشبو اُڑتی پھرے سانوریا، گجرا ہر سو مہکے

Design By: MUHAMMAD AHSUN Gull